دارالافتاء

شیخ الحدیث حافظ ثناءاللہ مدنی
جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)

- ذکر واذکار میں گنتی متعین کر لینے اور تسبیح پھیرنے کا حکم؟
- مُحدّث میں شائع شدہ دو جوابوں پر اعتراضات کا جائزہ
- کاروبار میں شراکت، مالِ وراثت کی تقسیم......
- مسند احمد کی ایک روایت پر سوالات کے جوابات

☆سوال: ذکر میں اپنی طرف سے گنتی متعین کرنے نیز تسبیح پھیرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذکر اذکار اور وِرد و وظائف کے سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص میں جہاں کہیں تعداد اور وقت کا تعین ہے، وہاں اُن کا اہتمام ہونا چاہیے اور جس جگہ ان کو مطلق چھوڑا گیا ہے وہاں اپنی طرف سے متعین کرنا بدعت کے زمرہ میں شامل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے" من احدث فی أمرنا ھذا ما لیس منه فھو ردّ" یعنی "جو دین میں اضافہ کرے وہ اضافہ ناقابل قبول ہے"

مسنون وِرد وظائف میں گنتی سو سے زیادہ منقول نہیں ہے۔ علامہ البانی نے سلسلة الاحادیث الضعیفة میں اس امر کی تصریح کی ہے۔ پھر مسنون ذکر دائیں ہاتھ کی اُنگلیوں پر ہونا چاہیے جس طرح کہ سنن ابوداود مع عون المعبود (۱/۵۵) میں عبداللہ بن عمرو کی روایت میں راوی ابن قدامہ سے اس کی صراحت موجود ہے اور اس میں حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز یہ آدمی کے لیے گواہ بن کر آئیں گی، فرمایا "وأن یقعدن بالأنامل فانھن مسئولات مستنطقات" اور جہاں تک مروّجہ تسبیح کا تعلق ہے تو اس بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ صاحبِ عون المعبود گٹھلی اور کنکریوں پر ذکر کے جواز والی حدیث کی بنا پر منکے والی تسبیح کے جواز کے قائل ہیں اور آپ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وھذا أصل صحیح لتجویز السبحة بتقریره ﷺ فإنه في معناھا إذ لا فرق بین المنظوقة والمنثور فیما یُعدّ به ولا یعتدّ به بقول من عدّھا بدعة"

"یعنی یہ (گٹھلی وغیرہ والی) حدیث تسبیح کے جواز کے لیے صحیح بنیاد ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فعل کو برقرار رکھا اور تسبیح بھی اس کے ہم معنی ہے۔ پروئے اور غیر پروئے دانوں کے شمار میں لانے میں کوئی فرق نہیں اور اس کے قول کی کوئی حیثیت نہیں جس نے اس کو بدعت قرار دیا ہے" (عون المعبود ۱/۵۵۵،۵۵۶)

اور علامہ سیوطیؒ نے اس کے جواز پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا جو الحاوي للفتاوي میں مطبوع ہے۔ دوسری طرف شیخ ابن بازؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شریعتِ مطہرہ میں ہمیں مسبّحة (تسبیح کی مالا) کے ساتھ تسبیح کرنے کے جواز کی کوئی اصل معلوم نہیں ہو سکی چنانچہ صرف مسنون پر اکتفا کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ تسبیح صرف اُنگلیوں پر پڑھی جائے اور دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ انگلیوں کو استعمال کرنا افضل ہے جس طرح نبی ﷺ کا معمول تھا۔ بہت سارے اہل علم نے تسبیح کے استعمال کو مکروہ سمجھا ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔

سعودی عرب کے بزرگ ترین عالم دین شیخ ابن عثیمین نے اس کے عدمِ استعمال پر چند وجوہ بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) ایسا کرنا تعلیم نبوی ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے پوروں پر تسبیح کی تلقین فرمائی ہے

(۲) اکثر اوقات اس میں ریاکاری پائی جاتی ہے بالخصوص وہ لوگ جو اس کو ہار کی طرح گلے میں لٹکا لیتے ہیں

(۳) بایں صورت غالباً آدمی کا دل و دماغ حاضر نہیں ہوتا اور وہ صرف منکوں پر اعتماد کر کے مقصد اعلیٰ کی طرف توجہ نہیں دیتا یا غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس بنا پر میرے خیال میں افضل یہ ہے کہ آدمی مُسبّحة پر تسبیح نہ کرے بلکہ انگلیوں کے پوروں پر تسبیح کرے اور صاحب کتاب السنن والمبتدعات محمد عبد السلام خضر نے بھی منکے پر منکا ڈالنے کو ریاکاری اور سُمعہ (دکھلاوا) میں شمار کیا ہے (فصل فی الریاء وبا لطقطقة بالمسبحة ص۲۵۶)

میرے خیال میں بھی افضل یہ ہے کہ آدمی انگلیوں پر تسبیح کرے جس طرح حدیث میں نص موجود ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص عددِ منصوص کو قائم نہ رکھ سکتا ہو تو بامر مجبوری حدیث النوی والحصی کی بنا پر مسبّحة کو استعمال میں لانے کی گنجائش ہے لیکن حدیث ہذا ضعیف ہے مشکوٰۃ بتحقیق الالبانی (۲/۷۱۵)۔ اس بنا پر صرف منصوص پر اکتفا کرنا چاہیے اور وہ عدد غالباً کم تعداد میں ہے جس کا احاطہ کرنا ممکن ہے۔ پھر عام حالات میں ذکر اذکار کا سلسلہ بلا تعیین تعداد کسی نہ کسی صورت میں جاری رہنا چاہیے، مطلقاً ترک کر دینا درست عمل نہیں ہے۔

☆ سوال: محرم رمئی ۹۹ء کے محدث میں آپ نے نمازِ تسبیح کو عام حالات میں سنت قرار دیا ہے، مگر سعودیہ کے تمام علماء بشمول شیخ ابن بازؒ نمازِ تسبیح کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ ازراہِ کرم مزید وضاحت فرمائیے۔ علاوہ ازیں سابقہ شوہر سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب بھی ناکافی معلوم ہوتا ہے جس سے مریض دل کوئی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (محمد اختر، ریاض)

جواب: نمازِ تسبیح کی صحت میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں سے ابن العربی، نووی نے شرح المهذب میں، ابن قیم، ابن عبد الهادی، مزی، ابن حجر نے التلخیص میں اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس